کتاب نما

پاکستان میں انٹیلی جنس ایجنسیوں کا سیاسی کردار: منیر احمد۔ ناشر: گورا پبلشرز' لوئر مال' لاہور۔ صفحات: ۲۹۴+۲۸ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

مصنف کے الفاظ میں کتاب کا مقصد تالیف ''خفیہ سروس کے اداروں کی خامیوں اور خوبیوں کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے'' (ص ۳۰)۔ زور اس امر پر دیا گیا ہے کہ ''خفیہ اداروں کا بھی احتساب کیا جانا چاہیے۔ ان کا کام یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنے فیصلے' حکومت وقت سے زبردستی تسلیم کرائیں'' (ص ۱۰)۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ بہت سے پاکستانی سیاست دان اقتدار حاصل کرنے کے لیے انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ٹاؤٹ بن جاتے ہیں--- اور ملک دشمن قوتوں کی مدد لینے میں [بھی] عار محسوس نہیں کرتے (ص ۳)۔ دوسری جانب ''حکمران اپنی کرسی [اقتدار] بچانے کے لیے اپنے ہی ملک کی دوسری خفیہ ایجنسی کی جاسوسی کرنے پر لگ جاتے ہیں'' (ص ۲)۔

مصنف' روزنامہ ''فرنٹیر پوسٹ'' کے نامہ نگار ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار بلخ شیر مزاری کی وزارت عظمیٰ کے دور میں شائع ہوئی تھی۔ پیپلز پارٹی نے بر سر اقتدار آتے ہی اس پر پابندی عائد کر دی مگر عدالت نے یہ پابندی ختم کر دی۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ موضوع کی نزاکت کے پیش نظر' مصنف نے بڑی احتیاط سے کلام کیا ہے۔

مصنف نے بتایا ہے کہ ''خفیہ سروس کے اداروں کا سیاست میں ہمیشہ ہی سے ایک مخصوص کردار رہا ہے۔ یہ کردار ہمیں انگریز سے ورثے میں ملا تھا'' (ص ۱۷)۔ ''سب سے پہلے لیاقت علی خاں نے خفیہ سروس کے اداروں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کیا'' (ص ۱۸) اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اگرچہ انٹر سروسز انٹیلی جنس (ISI' تشکیل: ۱۹۴۸) اپنے طور پر سیاست دانوں کی نگرانی کیا کرتی تھی (ص ۱۹) لیکن اس کے اندر [باقاعدہ] سیاسی سیل وزیر اعظم بھٹو نے قائم کیا۔ (ص ۱۲)۔ مزید برآں انھوں نے انٹیلی جنس بیورو (آئی بی) کو بھی پیپلز پارٹی کے مخصوص مفادات و مقاصد کے لیے استعمال کیا (ص ۲۵)۔ بعد ازاں جنرل ضیاء الحق اور پھر محمد خان جونیجو نے

بھی اس کو اپنے مخصوص مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ (ص ۲۹۵)۔ محترمہ بے نظیر نے ایک جانب آئی ایس آئی کا سیاسی سیل ختم کرنے کا اعلان کیا، مگر دوسری جانب آئی بی کے سیاسی سیل کو مزید فعال بنانے کے لیے خزانے کا منہ کھول دیا (ص ۱۱۷-۱۱۸)۔ جنرل کلو نے اس سے سیاست دانوں کی وسیع پیمانے پر جاسوسی و مخبری کا کام لیا (ص ۲۴۲)۔

کتاب کا بیشتر حصہ (ص ۱۲۲-۲۳۴) "آپریشن مڈ نائٹ جیکالز" (۱۹۸۹) کی کیسٹوں کی حرف بہ حرف نقول پر مشتمل ہے۔ مصنف بتاتے ہیں کہ "بے نظیر حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد کو کامیاب کرانے کی تیاریاں مکمل تھیں، مگر آخری مرحلے پر مخصوص حلقوں کے اشارے پر نواز شریف بھاگ گئے۔ انھوں نے اچانک ارادہ تبدیل کر لیا' یوں عدم اعتماد کی تحریک بری طرح ناکام ہوئی"۔ (ص ۱۱۹، ۲۴۷) یہ اس کتاب کا سب سے زیادہ عبرت ناک حصہ ہے، جس سے سیاست دانوں کے بکنے اور خریدنے والوں کی ذہنیت اور مول تول کی پستیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ "بے نظیر بھٹو نے بھارت اور امریکہ کو ایٹمی پروگرام کے بارے میں خفیہ معلومات دیں" (ص ۱۲۔) اور راجیو گاندھی نے بے نظیر کو آئی ایس آئی ختم کر کے اپنا اقتدار محفوظ رکھنے کا مشورہ بھی دیا (ص ۲۸۶) جواب میں بے نظیر کے "وزیر داخلہ اعتزاز احسن نے دہلی کے خفیہ دورے کے دوران ۱۱۲۳ سکھوں کی فہرست بھارت کے سپرد کی، جنھیں گرفتار یا ہلاک کر دیا گیا" (ص ۲۵۱)۔

منیر احمد بتاتے ہیں کہ سیکرٹری داخلہ فضل حق نے فروری ۱۹۷۷ میں بھٹو کو رپورٹ دی تھی کہ اسلامی جمعیت طلبہ کے راہ نماؤں نے خون سے لکھ کر عزم کیا ہے کہ وہ پاکستان قومی اتحاد کی کامیابی کے لیے اپنی جان کی بازی تک لگا دیں گے (ص ۶۵)۔

راقم ان دنوں جمعیت کے فیصلہ ساز اداروں کا باقاعدہ رکن تھا' اس لیے اس امر کی پر زور تردید کرتا ہے کہ جمعیت کے کسی کارکن یا لیڈر نے ایسا کوئی عہد و پیمان کیا تھا۔ یہ من گھڑت بلکہ لغو رپورٹ ایجنسیوں کے ذہن کی پیداوار تھی۔

افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ خفیہ اداروں کے منہ کو قومی سیاست کا لہو ایسا لگا کہ اس کے نتیجے میں ان اداروں نے "حکومتیں بنوانے اور تڑوانے میں اہم کردار ادا کیا" (ص ۲۹۴) حالانکہ ان اداروں کا مقصد قومی سلامتی کا استحکام ہونا چاہیے۔

کتاب میں خوبیوں کے ساتھ چند خامیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اول: تکرار کا عیب، دوم: کہیں ضمیر واحد متکلم اور کہیں جمع متکلم، سوم: ۱۹۷۷ سے قبل کی برائے نام' اور ۱۹۸۸ کے بعد کی زیادہ تفصیلات دی گئی ہیں' اس لیے پہلے دور میں خفیہ اداروں کی سرگرمیوں پر تفصیلی مطالعے کی ضرورت باقی ہے۔

اگر کتاب زیادہ توجہ اور اطمینان کے ساتھ مرتب کی جاتی تو نہ صرف اس کی ضخامت کم ہوتی بلکہ نفس مضمون بہتر، اور اظہار بیان چست ہوتا۔ بہرحال یہ کتاب جو بیک وقت تحقیق وتجسس اور سازشی تانوں بانوں کے اظہار کا عمدہ نمونہ ہے، اپنے اوراق میں عبرت کا سبق لیے ہوئے ہے۔ اردو خواں طبقے کے لیے اس کا مطالعہ بالکل ایک نیا تجربہ ہے۔ (سلیم منصور خالد)

اورنگ زیب عالمگیر، ایک نیا زاویہ نظر: ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد۔ ترجمہ: فیضان رشید۔ ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔ صفحات: ۶۸۔ قیمت: ۱۵ روپے۔

بعض مورخین نے (جن میں زیادہ تعداد ہندوؤں کی ہے) شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی ایسی تصویر پیش کی ہے جس کے مطابق عہد مغلیہ کا یہ "بدترین بادشاہ" ایک ظالم، سخت گیر اور ہندو دشمن حکمران تھا۔ مندروں کی دولت سمیٹنا، انھیں توڑ کر وہاں مساجد تعمیر کرنا اور ہندوؤں کو بہ جبر مسلمان بنانا اس کا وطیرہ تھا۔ اس کی سخت گیر پالیسیوں کی وجہ سے مغل سلطنت زوال پذیر ہوئی اور انگریزی راج کی راہ ہموار ہوئی۔ زیرنظر کتاب کے مصنف ایسے الزامات کو بے حقیقت قرار دے کر، ان کی تردید کرتے ہیں۔ انھوں نے تاریخ سے بہت سی ایسی مثالیں دی ہیں جن کے مطابق بہت سے ہندو حکمرانوں نے مندروں میں جمع شدہ لامحدود دولت کو اپنے اقتصادی مسائل کے حل یا محض ہوس زر کی تسکین کے لیے 'مندروں کو مسمار کرا دیا (ص ۱۱، ۱۲)

ڈاکٹر اوم پرکاش (پیدائش: ۱۹۵۰) پٹنہ یونی ورسٹی کے شعبہ تاریخ میں استاد ہیں۔ اصلاً یہ ان کا ایک توسیعی لیکچر ہے، جو دو بار ہندی زبان میں شائع ہوا، زیرنظر اس کا اردو ترجمہ ہے۔

ڈاکٹر پرکاش کی رائے میں اورنگ زیب عالمگیر انتہائی باہمت، غیر معمولی بہادر، حوصلہ مند اور ٹھنڈے دل و دماغ کا مالک شخص تھا۔ (ص ۲۲) اس نے اپنے پچاس سالہ دور حکومت (۱۶۵۸-۱۷۰۷) میں سادہ اور بااصول زندگی گزاری اور لہو ولعب سے یکسر دور رہا۔ (ص ۲۲) اس کے زمانے میں زیادہ تر مندروں کا تقدس برقرار رہا (ص ۱۸) بلکہ مندروں اور گردواروں کے لیے وظیفے مقرر اور جاگیریں وقف تھیں۔ (ص ۱۷) تاریخ کے اوراق میں وقف اراضیات سے متعلق کتنے ہی فرامین ملتے ہیں۔ مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ عالمگیر نے صرف ایسے مندروں کو مسمار کیا، جو مرکز مخالف عناصر کے اڈے بن چکے تھے (بلکہ ایسی بعض مساجد بھی گرا دیں)۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی حکمت عملی کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عالمگیر ایک بادشاہ تھا جسے ہرچیز سے زیادہ اپنے تخت وتاج کی بقا اور اپنی سلطنت کا استحکام عزیز تھا۔ (ص ۴۳) ڈاکٹر پرکاش کے بقول: "وہ شیعہ

مخالف ' باپ مخالف یا بھائی مخالف نہیں بلکہ گدی پسند تھا اور گدی کے لیے کوئی بھی چال 'سیاست کے لحاظ سے غلط نہیں ہوتی" (ص ۱۰) جہاں تک عالمگیر کی وفات کے بعد' مغلیہ سلطنت کے انتشار اور ابتری کا تعلق ہے 'اس کے اسباب میں' اس کے جانشینوں کی عیش کوشی' اقتصادی بدانتظامی' فوج کی تنظیم نو میں تکنیکی طریقوں سے غفلت شامل تھی۔

مصنف نے اورنگ زیب کی بعض کوتاہیوں کا بھی ذکر کیا ہے 'مگر بحیثیت مجموعی وہ' اسے "ہندستان کے تین یا چار عظیم بادشاہوں میں سے ایک" سمجھتے ہیں۔ (ص ۵۶) ان کے الفاظ میں: "زمانہ تہذیب سے آج تک ہندستان کی تاریخ میں ایسا کوئی حکمران نظر نہیں آتا' جس نے اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے معمولی سوالات اور معاملات کو بھی اہم سمجھ کر انھیں دور اندیشی کے ساتھ حل کرنے کی اس طرح کوشش کی ہو' جیسی کہ اورنگ زیب نے"۔ (ص ۵۷)

زیر نظر مطالعہ 'تاریخ کے ایک بے لاگ مبصر اور ماہر کا ایک متوازن اور غیر جانبدارانہ تجزیہ ہے۔ ایک ایسے دور میں 'جب بھارت میں مسلم مخالف رویے' اندھے تعصب اور دشمنی کی صورت اختیار کرتے جارہے ہیں 'ایک ماہر تاریخ کا یہ تجزیہ قابل قدر ہے' خصوصاً اس لیے بھی کہ تجزیہ نگار' عقیدے کے لحاظ سے ہندو ہے۔ (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)

Islam and Economic Development : محمد عمر چھاپڑا۔
ناشر: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ و اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اسلام آباد۔
صفحات: ۱۶۶۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔

ڈاکٹر چھاپڑا اسلامی معاشیات کے ماہر و محقق کی حیثیت سے علمی حلقوں میں خاصے معروف ہیں۔ ان کی انگریزی تصانیف اسلام کا معاشی نظام (۱۹۷۰) ایک منصفانہ زری نظام کی جانب (۱۹۸۵) اور اسلام اور معاشی چیلنج (۱۹۹۲) معاشی افکار کے میدان میں راہ نما اور راہ کشا کی حیثیت رکھتی ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جس میں مصنف نے بڑے وسیع تناظر میں معاشی ترقی کے مختلف نظریات کا تجزیہ کیا ہے۔ عدم مداخلت کے کلاسیکی نظریے' سوشلزم' فلاحی ریاست اور آزاد معیشت کے نو کلاسیکی تصورات کے تحت ظہور میں آنے والے ترقیاتی نمونوں پر فکر انگیز بحث کرتے ہوئے' چھاپڑا صاحب نے حیات و کائنات کے بارے میں ان نظریات کی مادہ پرستانہ بنیاد پر بھی کلام کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ مادہ پرستانہ سوچ نے اعلیٰ اخلاقی اقدار سے انسان کے معاشی عمل کو بے نیاز کر کے جس ڈگر پر ڈال دیا ہے' اس سے انسانی خوشحالی کا ایسا ماحول کبھی وجود میں نہیں آسکتا جو ظلم و استحصال سے پاک ہو اور جہاں ترقیاتی عمل کے ثمرات کی تقسیم عدل و انصاف کی بنیاد پر ہو۔

کتاب کا دوسرا حصہ اپنی معنویت کے لحاظ سے 'بہت وقیع اور زیرنظر تصنیف کی جان ہے۔ اسے بجاطور پر اسلامی ممالک کا معاشی منشور قرار دیا جاسکتا ہے۔ چھاپڑا نے اسلامی ممالک کو درپیش معاشی مسائل مثلاً غربت ' بے روزگاری ' افراط زر ' ارتکاز دولت ' قرضوں کے بوجھ اور ادائیگیوں کے عدم توازن کا تجزیہ کیا ہے اور ان خرابیوں کا بنیادی سبب یہ قرار دیا ہے کہ ان ممالک نے آزادی کی نعمت حاصل کرنے کے بعد معاشی ترقی کے انھی نمونوں کو اپنایا ہے جو مغربی ناہرین کی مادہ پرستانہ سوچ کی پیداوار ہیں۔ اسلام کے معاشی نظام سے روگردانی سے یہ ممالک اس کی برکات سے محروم ہوکر روز بروز گھمبیر مسائل کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں۔

مصنف نے اس مقام پر ان مسائل کے تناظر میں اسلامی نظام معیشت کے بعض فکری اور عملی پہلوؤں کو بڑے خوبصورت اور موثر انداز میں واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلامی نظام معیشت ہی صرف پیدائش اور تقسیم و تبادلہ دولت کے میدان میں انسان کی معاشی جدوجہد کو اپنے اساسی عقائد اور اخلاقی اقدار کے ذریعے بے اعتدالیوں سے محفوظ کرکے معاشی ترقی سے بہرہ ور کرسکتا ہے۔

مصنف نے زرعی شعبے اور چھوٹے پیمانے کے کاروبار کو ترقی دینے کی ضرورت پر خصوصی زور دیا ہے۔

چھاپڑا صاحب کی سوچ پختہ ' مطالعہ وسیع اور نقطہ نظر کو پیش کرنے کا انداز بہت موثر ہے مگر انھیں پڑھتے ہوئے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ انسان کی معاشی جدوجہد قلت وسائل کا نتیجہ ہے۔ ہمارے نزدیک یہ لادین مغربی معاشی فکر کا اساسی مفروضہ ہے۔ اسلامی فکر تو کائنات اور اس کے وسائل کے بارے میں ایک ایسے ہمہ گیر اور قادر مطلق خالق کی موجودگی کو لازم قرار دیتا ہے جس کی ربوبیت کاملہ دنیا جہان کی احتیاجات کی نگران ہے۔ ضنک معیشت (Macro - economic imbalance) قلت وسائل سے نہیں بلکہ ذکر الہٰی سے اعراض کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال ہمیں معاشی جدوجہد کی بنیاد قلت وسائل کے بجائے کہیں اور ڈھونڈنی ہوگی۔

بحیثیت مجموعی زیرنظر کتاب اسلامی معاشیات کے موضوع پر ذخیرۂ کتب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس کتاب سمیت چھاپڑا صاحب کی تمام کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ (پروفیسر عبدالحمید ڈار)

On the Renaissance of the Muslim World : ڈاکٹر حفیظ الرحمن۔ ترجمہ: پروفیسر محفوظ علی۔ ناشر: نیر پبلی کیشنز اے ۵۴ 'بلاک ۱۳۔ سی گلشن اقبال کراچی۔

صفحات: ۱۴۲-قیمت: ۷۰ روپے-

مسلم دنیا کی نشاۃ ثانیہ کے موضوع پر یہ تحریر دراصل بعد اسلام' انسانیت کی علمی تاریخ ہے۔ بنیادی طور پر یہ مقالہ علامہ اقبال کے افکار کے مطالعے اور مسلم نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے ان کا مقام متعین کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔لیکن فاضل مصنف نے نہایت عرق ریزی اور محنت سے مختلف علوم و فنون میں مسلمانوں کی ترقی اور عروج کو مستند حوالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔پھر نشاۃ ثانیہ پر مسلمانوں کے زوال اور یورپ کے عروج کی داستان رقم کی ہے۔اس مطالعے سے یہ محقق ہوتا ہے کہ قوموں کا عروج و زوال علمی میدان میں ان کی کارگزاری پر منحصر ہے۔آج اگر مسلمانوں کو از سرنو عروج حاصل کرنا ہے تو علمی برتری کے بغیر ممکن نہیں۔علامہ اقبال کا یہی پیغام ہے کہ مغربی تہذیب یک رخی ہے' اور انسانیت کو حقیقی فلاح اہل ایمان کی قیادت ہی میں نصیب ہو سکتی ہے۔اس کے لیے انھیں اپنا جمود توڑکر' اور اپنے خول سے باہر نکل کر اجتہاد کا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔کہا جا سکتا ہے کہ آج عالمی منظر پر احیائے اسلام کی جو لہریں ہل چل مچائے ہوئے ہیں' وہ علامہ کی اسی فکر کا تسلسل ہیں۔

فاضل مصنف وفاقی گورنمنٹ کے اردو سائنس کالج کے پرنسپل ہیں۔ماہر حیوانیات کی حیثیت سے نصف درجن درسی کتابوں کے مصنف ہیں۔پاکستان کی دستوری تاریخ پر بھی ان کی تصنیف کو ایک مقام حاصل ہے۔زیر تبصرہ کتاب مصنف نے اردو میں لکھی تھی جسے پروفیسر محفوظ علی نے انگریزی دانوں تک پہنچانے کی خدمت انجام دی ہے۔(مسلم سجاد)

نوائے حریت : سید علی گیلانی۔ مرتب: سلیم منصور خالد۔ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد۔صفحات: ۲۵۶-قیمت: ۹۰ روپے۔

کشمیر کی آزادی صرف اہل کشمیر کا مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان کی بقا اور عالم اسلام کی سربلندی کا مسئلہ ہے۔اس جدوجہد میں جو قوتیں سرگرم ہیں ان میں "حزب المجاہدین" سرفہرست ہے۔یہ جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کا عسکری بازو ہے۔اس کے قائد اور روح رواں سید علی گیلانی ہیں جو اپنی شجاعت ' استقامت اور سیاسی بصیرت کی بنا پر معاصر سیاسی راہ نماؤں میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔اگرچہ بھارتی حکومت نے انھیں قید و بند کی طویل مشقت و صعوبت میں مبتلا کیا لیکن ان کے عزائم میں کوئی فرق نہیں آیا۔انھوں نے نہ صرف اپنی بہادری سے بھارتی غرور کو خاک میں ملایا بلکہ قوت استدلال سے کشمیر پر بھارتی غاصبانہ قبضے کے جواز کو چیلنج کر کے عالمی سطح پر بھارت کے لیے ہزیمت کا سامان بھی کیا۔قبل ازیں ان کی آپ بیتی "روداد قفس" منظر عام پر آ چکی ہے۔"نوائے حریت" اسی عظیم سالار حریت

کے منتخب خطوط' مکالموں' انٹرویوز اور اخباری کانفرنسوں وغیرہ کا مجموعہ ہے جن میں مسئلہ کشمیر کے حل سے متعلق مختلف سوالوں کا جواب دیا گیا ہے' مختلف تجاویز کا تجزیہ کیا گیا ہے اور وادی کشمیر پر بھارتی مظالم کا پول کھولا گیا ہے۔ سید علی گیلانی نے اس ضمن میں عالمی رائے عامہ کو جھنجھوڑنے کی سعی کی ہے۔ ان کی مساعی کا ہدف یہ ہے کہ کشمیر کی تحریک آزادی بار آور ہو اور یہ مسئلہ' فلسطین اور بوسنیا وغیرہ کی طرح بڑی طاقتوں کی شاطرانہ چالبازیوں کے زیر اثر پیچیدہ تر نہ ہو جائے۔ "نوائے حریت" کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اگر پاکستان نے اپنی ذمہ داریاں محسوس نہ کیں اور اس نے کشمیر کی جدوجہد آزادی میں اہل خطہ کو تنہا چھوڑنے کی حماقت کی تو اس کا نتیجہ پاکستان کے مستقبل کو مخدوش بنانے کی صورت میں بر آمد ہو گا۔ یہ کتاب جہاد کشمیر کی ایک پکار اور للکار ہی نہیں' اس مسئلے کا ایک بصیرت افروز اور جذبہ انگیز مطالعہ بھی ہے۔ یہ کتاب وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس سے مسئلہ کشمیر کی مختلف جہتیں واضح ہوتی ہیں۔ جناب سلیم منصور خالد نے "نوائے حریت" کی ترتیب میں خاصی محنت و کاوش سے کام لیا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز نے اپنی مطبوعات کی پیش کش کا جو بلند معیار قائم کیا ہے' زیر نظر کتاب بھی اس کا ایک دلکش نمونہ ہے۔ (ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

پاکستان کے نعت گو شعرا' جلد اول۔ مرتب: سید محمد قاسم۔ ناشر: ہارون اکیڈمی ۲۹۴/۸ محمد مصطفیٰ کالونی' بلاک ایم سیکٹر ۲/۱-۱۱ اورنگی کراچی نمبر ۱۴۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

گذشتہ ربع صدی کے دوران میں نعت رسول ؐ کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ایسے شعرا کی کمی نہیں جو نعت کے حوالے سے اپنی شناخت پر نازاں ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے ہمارے ادبی سرمائے میں وقیع اضافہ تصور ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اصحاب ذوق نے نعت گو شعرا کے تذکرے اور انتخاب بھی مرتب کیے ہیں۔ جناب سید محمد قاسم کا مرتبہ زیر نظر مجموعہ اسی نوع کی ایک سعی جمیل ہے۔

یہ مجموعہ ایک بڑے منصوبے کا آغاز ہے جس کی تکمیل کئی جلدوں میں ہوگی۔ اس پہلے حصے میں یک سو پاکستانی نعت گو شعرا کے حالات اور ہر شاعر کی دو منتخب نعتیں شامل ہیں۔ اس تذکرے میں صرف ان نعت گو شعرا کو نمایندگی ملی ہے جن کے ایک یا ایک سے زیادہ نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ہر نعت گو کے لیے تین صفحات مخصوص ہیں۔ پہلے صفحے پر شاعر کا مختصر ذکر ہے اور دو صفحوں پر نمونہ کلام۔ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ صرف وہی نعتیں درج تذکرہ ہیں جن میں سرور کائنات ؐ سے اظہار عقیدت و محبت میں حدود شریعت کا خیال رکھا گیا ہے۔ تذکرے کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔

آغاز میں نعت رسول ؐ کے موضوع پر بعض وقیع اور معلومات افزا تحریریں بھی شامل ہیں اور کتاب کے آخر میں کتابیات کی شمولیت سے تذکرے کی تحقیقی نوعیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ توقع ہے کہ پاکستان کے نعت گو شعرا کے سوانحی خاکوں اور منتخب نعتوں پر مشتمل یہ تذکرہ 'نعت گوئی کے رجحان کے فروغ اور معیار میں اضافے کا موجب بنے گا۔ (ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

جینٹل مین اللہ : (لیفٹیننٹ کرنل) اشفاق حسین۔ ناشر: ادارہ مطبوعات سلیمانی' رحمان مارکیٹ' اردو بازار' لاہور۔ صفحات: ۲۳۶۔ قیمت: ۸۴ روپے۔

گذشتہ چند دہائیوں میں اردو سفرنامہ تیزی سے مقبول ہوا ہے' مگر اس کے ساتھ اس کا معیار بھی متاثر ہوا ہے۔ بعض سفرنامے تو محض چٹ پٹی داستانوں پر مشتمل ہیں۔ ان کے ردعمل کے طور پر چند ایسے سفرنامے شائع ہوئے' جن میں جغرافیائی معلومات پر زور دیا گیا ہے۔ یہ قاری کے لیے محض خشک دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اشفاق حسین نے "جینٹل مین اللہ" میں درمیانی راہ اپنانے کی کوشش کی ہے۔

یہ سفرنامہ بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ابتدائی حصے میں سعودی عرب کے فوجی کیمپ میں گزرے دنوں کی سرگذشت ہے۔ اس میں مصنف کی سابقہ دو کتابوں "جینٹل مین بسم اللہ" اور "جینٹل مین الحمدللہ" کا رنگ غالب ہے۔ یہ معلومات دلچسپ ہیں۔ خصوصاً' یہ کہ ایک انسٹی ٹیوٹ میں سیکھی ہوئی زبان کو جب عملی طور پر آزمایا جائے تو کیسی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ دوسرا حصہ حج کے تاثرات پر مبنی ہے۔ اشفاق حسین نے یہ حصہ انتہائی احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ اس میں جہاں عقیدت و تقدس کا پہلو ہے' وہاں مصنف نے حجاج کی کوتاہیوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ تیسرا حصہ سعودی عرب کی سیاحت کے احوال پر مشتمل ہے۔ یہاں مصنف نے تاریخی واقعات کا سہارا لے کر بات کو آگے بڑھایا ہے۔ اس طرح ان مقامات کی تاریخی حیثیت اجاگر ہوتی ہے اور قاری کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ آل سعود کیسے برسراقتدار آئے' اور جدید مملکت سعودیہ کا ارتقا کیسے ہوا؟

جناب اشفاق حسین کا اسلوب بہت رواں' شگفتہ اور دلچسپ ہے' اور قاری کو گرفت میں لیتا ہے۔ کتاب میں ضروری نقشے بھی شامل ہیں اور موقع محل کے مطابق آیات' احادیث اور روایات کے استعمال نے نثر کو باوقار اور معتبر بنا دیا ہے۔ کتاب کا اشاعتی معیار اطمینان بخش ہے۔ (محمد عامر رانا)